دوامِ حدیث

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی

کتابتِ حدیث

منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے جو ممانعت کا اثر مروی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ :

۱۔ حضرت (ص) کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بیان کرتے ہو اور ان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے۔ ان میں تم سے زیادہ اختلاف ہوگا۔ اس لیے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان نہ کرو۔ جو شخص تم سے حدیث پوچھے اس سے کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ موجود ہے۔ اس کے حلال کیے ہوئے کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کیے ہوئے کو حرام سمجھو۔"

مگر یہ اثر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کو بیان کرنے والا ابن ملیکہ ہے۔ یہ حدیث اس کی مرسل ہے یعنی منقطع ہے اور ایسی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ خاص کر جب اس کے مقابلہ میں صحیح حدیث ہو۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا لیکن آپ نے اسے یہ کہہ کر جلا دیا کہ مجھے خوف ہے کہ مر جاؤں اور یہ محفوظ رہ جائے۔ ممکن ہے کہ میں نے ان میں ایسے لوگوں سے حدیثیں لی ہوں جن کو میں امین سمجھتا ہوں اور مجھے ان پر وثوق ہے۔ لیکن وہ حدیثیں ایسی نہ

ہوں "
یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح نہیں کیونکہ تذکرۃ الحفاظ میں (جہاں سے یہ اثر نقل کیا گیا ہے) لکھا ہے۔ لا یصح یہ اثر صحیح نہیں۔

۱۔ اس اثر کی سند میں ایک راوی علی بن صالح ہے جو مجہول ہے۔
۲۔ دوسرا راوی مفضل بن غسان ہے جو مجہول اور غیر مقبول ہے۔
۳۔ تیسرا راوی موسیٰ بن عبد اللہ ہے جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہے۔ پس جلانے کا قصہ تو غلط مگر یہ ثابت ہے کہ ابوبکر صدیق نے پانسو حدیثیں لکھ رکھی تھیں۔ لہ
۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح حدیث کا لکھنا ثابت ہے۔ چنانچہ آپ زکات کے مسائل جو آنحضرت نے بذات خود لکھائے تھے۔ ان کی نقل لی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جب بحرین کی طرف بھیجا تو وہ نقل دی۔ اس تحریر کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ یہ صدقہ کے وہ مسائل ہیں جو آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مقرر فرمائے ٢ہ
۵۔ شرف اصحاب الحدیث میں ہے ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ سے کوئی حدیث لکھے جب تک حدیث پڑھی جائے گی۔ اس کو ثواب ملتا رہے گا۔
یہ ایک علمی خیانت ہے کہ صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف ضعیف باتیں نقل کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا۔

حضرت عمر سے ممانعت کا جو اثر آیا ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس باب میں اور بھی شدت سے کام لیا۔ آپ لوگوں کو حدیث کی اشاعت سے روکتے تھے۔ قرظہ بن کعب راوی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں کو عراق بھیجا تو ہمیں تاکید کر دی کہ یاد رکھو کہ تم ایسے مقام پر جاتے ہو۔ جہاں کے لوگوں کی آوازیں قرآن پڑھنے میں شہد کی مکھیوں کی طرح گونجتی رہتی ہیں تم ان کو احادیث میں الجھا کر قرآن سے غافل نہ کر دینا" ٣ہ

اس اثر کی سند بھی ضعیف ہے۔
۱۔ اس کی سند منقطع ہے اس اثر کو قرظہ سے شعبی نے روایت کیا ہے۔ شعبی کی قرظہ سے ملاقات نہیں۔
۲۔ شعبی کا شاگرد معتبر آدمی نہیں۔

لہ منتخب کنز العمال۔ جمع القرآن والحدیث ص ۴۰۔ ٢ہ بخاری ٣ہ مقام حدیث

۳۔ جامع بیان العلم میں اس اثر کے بعد کہا ہے کہ حضرت عمرؓ سے جو صحیح روایات آئی ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔

۴۔ یہی وجہ ہے کہ فرظہ خود روایات کرتے رہے۔ کتب احادیث میں وہ موجود ہیں۔

۵۔ دارمی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جیسے تم قرآن کا علم حاصل کرتے ہو اسی طرح فرائض اور سنن احادیث رسول بھی سیکھو۔

۶۔ نیز حضرت عمرؓ کے مکاتیب مؤطا امام مالکؒ میں موجود ہیں جن میں نماز کے اوقات اور اس میں قراءت کی مقدار کا ذکر ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرا اثر حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔

(۲) "ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسی طرح حدیثیں بیان کرتا تو وہ مجھے درّے سے پیٹتے۔"

یہ روایت اگرچہ حدیث کے بیان کرنے یا لکھنے کے خلاف نہیں۔ صرف اس میں زیادہ روایتیں بیان کرنے کی ممانعت ہے تاکہ غلطی نہ ہو جائے مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابومحمد عبدالعزیز ہے جس کا حافظہ ردی ہے اور وہمی ہے۔ تقریب میں لکھا ہے۔ دوسروں کی کتابوں سے روایتیں بیان کرنے کی بنا پر غلطی کر جاتا تھا۔

اس کے بعد ایک تیسرا اثر حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے جو ضعیف ہے۔

(۳) "حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود ابو درداءؓ اور ابومسعود انصاریؓ کو کثرت روایت کے جرم میں قید کر دیا۔"

یہ اثر بھی بلحاظ سند کے صحیح نہیں کیونکہ یہ مرسل ہے اور شک کے ساتھ آیا ہے۔ ثم ھو فی نفسہ ظاھر الکذب[۱]۔ اس کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس اثر کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کوفہ والوں کی طرف عمارؓ بن یاسر کو امیر بنایا اور عبداللہؓ بن مسعود کو ان کا وزیر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ یہ دونوں بدری ہیں اور آنحضرتؐ کے بہترین صحابہ سے ہیں۔ ان کی پیروی کرو اور ان کی باتیں سنو[۲]

[۱] توجیہ النظر ص ۱۸ [۲] تذکرہ ص ۱۴

(۴) "حضرت عمرؓ نے کامل ایک ماہ اس معاملہ میں استخارہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے غور کیا تو اس فن کا خیال آیا جس نے خود ایک کتاب لکھی اور اس پر اس قدر متوجہ ہوئے کہ خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ اس بنا پر خدا کی قسم، میں کتاب کو کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کروں گا۔"

یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس اثر کو عروہ نقل کرتے ہیں اور وہ حضرت عمرؓ سے نہیں ملے جس سال حضرت عمرؓ شہید ہوئے۔ اس سال وہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ سے حدیثوں کا لکھنا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ اسی طرح حدیثوں پر عمل کرنا اور ان کی اشاعت کرنا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ ان کے خلاف جو ممانعت کی روایتیں ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں پھر ان میں کثرتِ روایت کی ممانعت ہے، نہ مطلق روایت کی۔

پس ثابت ہوا کہ جیسے آنحضرت (ص) نے سنت کو لکھایا، بیان کیا، عمل کرکے لوگوں کو اتباع کرنے کی ترغیب دی، اسی طرح خلفاء نے بھی احادیثِ رسولؐ پر عمل کیا اور ان کو لکھا، لکھوایا، بیان کیا اور دوسروں سے سنا سنایا۔ جو روایتیں ان سے ممانعت کی وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

اگرچہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں باقاعدہ تدوینِ حدیث نہیں ہوئی۔ مگر بہت سی حدیثیں کتابوں کی شکل میں آپ نے لکھوائیں۔ اسی طرح خلفاء اور دیگر صحابہ نے حدیثیں لکھیں، صحیفے تیار کیے۔ یہی حال تابعین کا تھا۔ صحابہ اور تابعین کے لکھنے میں اتنا فرق تھا کہ صحابہ عموماً اپنے مسموعات لکھتے تھے اور تابعین اپنے اپنے شہر کے تمام صحابہ کے مسموعات کو تحریر میں لاتے تھے۔ اور بعض تابعین جن کو سفر کا شوق تھا۔ انہوں نے بہت سے شہروں کی مسموعات کو جمع کیا۔ بعدہٗ محدثین نے کوشش کی اور تمام دارالاسلام کے شہروں کے مجموعوں کی احادیث کو جمع کیا۔ اور ان سے صحیح احادیث کا انتخاب کرکے صحیحین وغیرہ لکھی گئیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث کا قرآن کی طرح نہ لکھنا اس بنا پر تھا۔ احادیث کی حفاظت میں بھی آنحضرتؐ کی رسالت کا ایک اور اعجاز ظاہر ہو۔ جیسے قرآن مجید نظم میں بے نظیر ہونے کی بنا پر معجزہ ہے۔ اسی طرح حدیث محفوظ رہنے کی بنا پر معجزہ ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیے جن سے حدیث محفوظ رہی۔ حالانکہ عجمی سازشوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہزاروں وضعی حدیثیں پھیلائیں مگر تائیدِ غیبی سے یہ کام ہوا کہ حدیث کا دینی حصہ بالکل محفوظ رہا۔

بعض علماء کا تحریر کو اچھا نہ جاننا

اس بنا پر تھا کہ ان کا حافظہ قوی تھا تحریر پر اعتماد کرنا ان کے ہاں ایک نقص تھا۔ محدث میں یہ نقص نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ لکھنے میں کوئی شرعی نقص تھا۔

پس جب کتاب وسنت دونوں ہم تک بالکل محفوظ شکل میں پہنچ چکی ہیں اور آنحضرتؐ کے زمانہ میں باقاعدہ نہ مدون ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو چکی ہے اور اب اس سوال " اگر سنت جزو دین ہوتی تو آپ ضرور لکھا جاتے " کا جواب تسلی بخش صورت میں ہو چکا تو اب حدیث کی حجیت سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

مؤطا امام مالکؒ

حدیث کی جو کتابیں باقاعدہ تصنیف ہوئی ہیں، مؤطا ان سب سے پیش پیش ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیثیں اس سے پہلے نہیں لکھی گئیں۔ پھر مؤطا میں حدیثیں اس لیے کم ہیں کہ یہ کتاب کوئی جامع مجموعہ نہیں ہے صرف فقہ کے مسائل کی حدیثوں کو اس میں لکھا گیا ہے۔ حدیث کے باقی فنون میں سے بعض کے متعلق کچھ حدیثیں ہیں اور بعض فنون کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ کی صحیح چونکہ حدیثوں کا جامع مجموعہ ہے۔ اس لیے اس کی گنتی تکرار کو چھوڑ کر تقریباً اڑھائی ہزار ہے۔ اگرچہ امام صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کو ترک کر دیا ہے۔ مگر جو روایتیں ذکر کی ہیں۔ ان کی ہم معنی احادیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ کہیں بے قاعدہ تکرار نہ ہو مگر جو حدیثیں ضعیف اور منکر تھیں، ان کا ترک کرنا تو اس لیے تھا کہ وہ کتاب میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ امام بخاریؒ سے جو یہ مروی ہے کہ آپ نے اس مجموعہ کو چھ لاکھ سے تیار کیا ہے۔ اس گنتی کا یہ مطلب نہیں کہ چھ لاکھ متون تھے بلکہ یہ گنتی محدثین کی اصطلاح کے مطابق ہے۔ ان کی یہ اصطلاح ہے کہ جب ایک متن کی متعدد سندیں ہوں تو اس وقت اس ایک متن کو متعدد حدیثیں کہتے ہیں جیسا بخاری کی اڑھائی ہزار حدیثوں کو نو ہزار بیاسی حدیثیں کہتے ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری میں حدیثوں کی سندیں ۹۰۸۲ ہیں اور چھ لاکھ گنتی بھی اسی طرح سے ہے ورنہ ان کی اصل تعداد ہزار دو سے متجاوز نہیں۔

امام ابو داؤدؒ نے اپنی کتاب کا انتخاب ۵ لاکھ سے کیا ہے۔

اور ان کی کتاب میں بخاری کی کتاب کی طرح سب صحیح حدیثیں نہیں مگر پھر بھی ان کی گنتی چار ہزار کے قریب ہے اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ:۔

"جن ابواب میں میں نے حدیثیں لکھی ہیں ان میں کوئی صحیح حدیث نہیں چھوڑی یعنی پانچ لاکھ کی کثرت سندوں کی کثرت کی وجہ سے تھی نہ متون کی کثرت کی بنا پر۔"

پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پہلے حدیثیں کم تھیں پھر بڑھ گئیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ متون میں ترقی ہوئی بلکہ سندوں کا بڑھنا مراد ہے۔ پس امام بخاریؒ کی چھ لاکھ حدیثیں دراصل تقریب تقریب اڑھائی ہزار حدیثیں تھیں جو سندیں چھوڑ دی گئی ہیں وہ بھی انہی احادیث کی تھیں اور منکر اور ضعیف سندیں بھی بعض انہی احادیث کی تھیں اور بعض دیگر احادیث کی تھیں جو سندوں کے ساتھ چھوڑ دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے احادیث کے مجموعوں کے انتخاب میں اکثر عجمیوں سے کام لیا نہ عربوں سے۔

اس میں یہ حکمت تھی کہ عربوں خصوصاً قریشیوں ہاشمیوں کے جمع کرنے سے عصبیت کی آمیزش کا وہم نہ پڑے۔ اگر آنحضرت ﷺ خود باقاعدہ ایک مجموعہ احادیث کا لکھا جاتے تو جو اعجاز حدیث کی حفاظت میں اب ظاہر ہوا ہے کبھی نہ ظاہر ہوتا۔

اب منکرین حدیث کی، حدیث کے غیر محفوظ ہونے میں مبالغہ آمیزی جو افسانہ نویسی کی حد سے سبقت لے گئی ہے۔ پڑھ کر ان کی خفت عقل کو دیکھیے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"احادیث کی جس قدر کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں (بخاری اور مسلم سمیت) ان کے الفاظ رسول اللہ کے نہیں ہیں۔ یہ احادیث روایت بالمعنی ہیں یعنی ان کا انداز یہ ہے کہ مثلاً ایک صحابی نے رسول اللہ سے کچھ سنا۔ اس نے جو کچھ سمجھا اپنے الفاظ میں کسی دوسرے سے بیان کیا۔ اس نے جو کچھ اخذ کیا اسے آگے منتقل کیا۔ اب ذرا تصور میں لائیے اس صورت حالات کو یہ سلسلہ ایک دو دن نہیں مہینہ دو مہینہ سال دو سال نہیں بلکہ دو اڑھائی سو سال یونہی جاری رہے اور اس کے بعد اس قسم کی پھیلی ہوئی باتوں کو ایک جا جمع کیا جاوے[1]۔"

اس عبارت میں چند باتیں بالکل غیر ثابت شدہ کہی گئی ہیں:

۱۔ "یہ الفاظ رسول اللہ کے نہیں"۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سی احادیث آنحضرت کی اپنی لکھائی ہوئی ہیں۔ ۴۴۳ صفحات کی ایک کتاب چھپ چکی ہے جس میں آپ کی لکھائی ہوئی حدیثیں موجود ہیں۔

---

[1] مقام حدیث ج ۱ ص ۵۲

۲۔ "یہ سلسلہ ایک دن نہیں" ۔ اس عبارت میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ حدیثیں ہر آن بدلتی رہتی تھیں۔ جب یہ تبدیلی اڑھائی سو سال تک رہی ہے تو حدیثوں کا کیا حال ہوگا؟ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ حدیثوں کے لکھنے کا آغاز آنحضرتؐ کی زندگی میں ہو چکا تھا۔ جامعین احادیث کے اساتذہ اور ان کے اساتذہ اکثر لکھنے والے تھے۔ پھر سب سے پہلی کتاب مؤطا میں بعض جگہ امام مالکؒ اور آنحضرتؐ کے درمیان صرف دو واسطے ہوتے ہیں، ایک تابعی ایک صحابی۔ اگر زیادہ بھی ہوں تو اکثر تابعی ہی ہوتے ہیں۔ اگر دو واسطے ہوں تو صرف ایک تابعی سے متعلق بحث کرنی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث کے راوی جو صحابہ ہیں ۔ وہ مشہور و معروف ہیں۔ پس روایت بالمعنی کے چکر کو اڑھائی سو سال تک لے جانا ایک افسانہ نویسی کی صورت ہے اور مبالغہ آمیزی ہے۔ پھر روایت بالمعنی کی صورت اس وقت ہوتی ہے جب آنحضرتؐ کا قول نقل کیا جائے۔ اگر آنحضرتؐ کا فعل (جو نماز یا حج وغیرہ کے متعلق ہے) کو صحابی نقل کرے تو اس میں روایت بالمعنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک راوی اپنے استاد کے الفاظ کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کرے۔ اگر اڑھائی سو سال تک بھی یہ چکر چلے تو پھر بھی بعض جگہ چار پانچ راوی آتے ہیں بلکہ بعض جگہ صرف تین راوی ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ایسی احادیث بھی بیان کی ہیں جن کی سند میں صرف تین راوی ہوتے ہیں۔ ان حدیثوں کو ثلاثیات کہتے ہیں۔ پس تین چار راویوں میں اگر روایت بالمعنی کا چکر چلے اور بیان کرنے والے مطلب سمجھتے ہوں تو مقصد میں کچھ خلل نہیں پڑتا۔ ایک ایک روایت کے بیان میں چونکہ متعدد محدث ہوتے ہیں پس روایت بالمعنی میں جو خلل پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے راویوں کے الفاظ جمع کرنے سے رفع ہو جاتا ہے۔ پھر حدیثوں میں کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں ہوتی۔ صرف چند الفاظ ہوتے ہیں جن کا یاد کرنا کوئی مشکل نہیں۔ بڑے بڑے خطبے نقل نہیں کرتے۔ اکثر احادیث کا تعلق چونکہ عمل سے ہوتا ہے اس لیے ان کا یاد رکھنا (روزمرہ یا سالانہ یا ہفتہ میں ایک بار عمل کرنے سے) آسان ہو جاتا ہے۔

حدیثیں کیوں یاد رہتی تھیں، حدیث کی حفاظت کے ۸ اسباب کا مختصر ذکر

۱۔ حدیثوں کے یاد رہ جانے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ان پر عمل کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقت نماز پڑھاتے تھے اور مسلمانوں پر باجماعت نماز ادا کرنا ہوتے ہوئے لازمًا

تھا اور ہر بالغ پر نماز پانچ وقت ادا کرنا ضروری تھی۔ سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دیا جاتا تھا۔ بالغ ہونے کے بعد مرتے دم تک نماز فرض رہتی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو کام دن رات میں پانچ دفعہ ضروری طور پر کرنا پڑے اس کے متعلق جو حدیثیں وقتاً فوقتاً بیان کی جائیں گی وہ دماغ میں ایسی راسخ ہو جائیں گی کہ ان کا یاد رکھنا نہیں بلکہ بھولنا مشکل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کا لفظ بولنے سے ہر مسلمان کے ذہن میں نماز کی وہ شکل جو متوارث چلی آرہی ہے، منقش ہو جاتی ہے۔ نماز کے مخصوص اجزاء میں سے جو لازمی اور ضروری ہیں (جیسے تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، قومہ، دو سجدے، دو سجدوں کے درمیان جلسہ، تشہد آخر میں سلام) ان میں شیعہ اور سنی کا اختلاف نہیں صرف ہاتھ باندھنے میں اختلاف ہے۔ کوئی باندھتا ہے کوئی نہیں باندھتا، جو باندھتا ہے وہ بھی اس کو سنت ہی سمجھتا ہے۔ اسی طرح رفع یدین کا اختلاف ہے۔ رفع یدین کرنے والے بھی اس کو سنت ہی سمجھتے ہیں۔ پس نماز میں یہ اتفاق صرف اس لیے ہے کہ نماز کے بیان کرنے میں صرف تقریر سے کام نہیں لیا گیا بلکہ روزمرہ کے عمل سے اس کو رائج کیا گیا۔ اب بتائیے کہ جو کام دن رات میں پانچ دفعہ ہو اس کی حدیثیں کیسے بھول سکتی ہیں۔ اسی پر جمعہ، اذان اقامت، روزے اور حج کو قیاس کرنا چاہیے۔

۲۔ حدیثوں کے یاد رہنے کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ احادیث کو اسلامی حکومت کا آئین بنایا گیا تھا اسلام ایک ریاست کی شکل میں ظاہر ہوا۔ زکاۃ اسلامی ٹیکس قرار دیا گیا جو ہر سال اڑھائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے، ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا میں سے وصول کی جاتی ہے۔ یہی حال مواشی کا تھا۔ گائے، بکری بھیڑ اونٹ کے نصاب خاص مقرر تھے اور ان کی وصول کی شرح بھی مقرر تھی۔ زرعی پیداوار کا بھی یہی حال تھا۔ اور مال تجارت کے متعلق بھی ایک دستور تھا۔ ان چیزوں سے ایک مقررہ مقدار سے مقرر مقدار وصول کی جاتی۔ اس کے احکام بیان کیے جاتے رہے۔ اگر کسی کو خزانہ مل جائے تو اس کے متعلق شریعت نے احکام صادر فرمائے۔ ہمیشہ کے عمل سے وہ یاد رہتے تھے۔ یہی حال نکاح وطلاق عدت میراث، قصاص وحدود کا تھا۔ پس یہ احکام بوجہ قانون ہونے کے حکومت کے انتظام سے جاری رہتے تھے۔ پس جو چیز ایک طبقہ کو ہر سال ادا کرنی پڑے۔ اس کے احکام یاد

رکھنے کوئی شکل نہیں جب تک قانون بنا دی جائے اور حکومت کی زیرنگرانی چلائی جائے، ضرور ہوتا ہے کہ حکومت کے کارندوں کو ضبط کرائی جائے اور رعایا کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان ضروری امور کی تعلیم و تبلیغ کے لیے مبلغ جایا کرتے تھے۔ بس جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ احادیث میں صبح و شام تبدیلی ہو جایا کرتی تھی وہ لوگ ان اسباب سے غافل ہیں جو طلوع اسلام کے وقت حدیثوں کو رد و بدل سے محفوظ رکھنے کے لیے پیدا ہو گئے تھے وہ حدیثوں کو بھی ایک خانقاہی کہانیاں خیال کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا سبب جس سے حدیثیں رد و بدل سے محفوظ رہیں یہ تھا کہ مبلغین جا کر تبلیغ کرتے اور ان پر عمل کی رسم ڈالتے۔ یہ کام بھی حکومت کی زیرنگرانی ہوتا۔ پھر وہاں کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دوبارہ تحقیق کر لیتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ:۔

"ایک قوم کا رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ آپ کے مبلغوں نے ہم کو یہ کہا ہے کہ اللہ نے آپ کو بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات سچ ہے۔ پھر اس نے کہا اس (خدا) کی قسم دیتا ہوں جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، پہاڑ کھڑے کیے اور ان میں منافع رکھے کیا واقعی آپ کو اللہ ہی نے بھیجا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ پھر اس نے کہا آپ کے مبلغوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر پانچ وقت نماز اور مال میں زکات ادا کرنی فرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات بھی صحیح ہے۔ وہ بولا کہ میں آپ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو بھیجا، کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر بولا کہ آپ کے مبلغوں نے کہا ہے کہ سال میں ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے کہا میں اس اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے آپ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کے مبلغوں نے کہا ہے کہ ہم میں سے جس کو طاقت ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھوں نے سچ کہا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے

آپ کو بھیجا، کیا آپ کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مبلغین جو احکام لوگوں کو بتاتے تھے اگر کسی کو شبہ ہوتا تو وہ آپ سے آکر تحقیق کر لیتا۔ جیسے تحقیق کا رواج تھا۔ اسی طرح اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث بیان فرماتے تو سننے والے کو اگر شبہ ہوتا تو دوبارہ آپ کو سنا کر تصحیح کر لیتا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ:۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن عازب کو ایک دعا سکھائی جو سوتے وقت پڑھی جاتی ہے براء بن عازب کہتے ہیں میں نے وہ دعا آپ کو دوبارہ سنائی تو ایک لفظ (نَبِيِّكَ) کی جگہ میں نے رَسُوْلِكَ کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو بلکہ جو میں نے لفظ کہا ہے یعنی نَبِيِّكَ وہی کہو"

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حدیثیں دہرائی جاتی تھیں اور الفاظ کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مسائل بتاتے تو کہتے کہ ان کو حفظ کر لو۔ صحیح بخاری میں ہے:۔

"جب عبد القیس قبیلہ کے لوگ بصورت وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہم کو ایسی باتیں بتائیں جن پر عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور اپنی قوم کو جاکر ان کی تلقین کریں۔ آپ نے ان کو کہا کہ میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں، توحید و رسالت کا اقرار، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور چار چیزوں سے روکا۔ پھر فرمایا کہ ان مسائل کو اچھی طرح یاد کر لو اور اپنی قوم میں ان کی اشاعت کرو (یہ چالیس آدمی تھے)